جائزہ اور محاسبہ
قسط دوم

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب زماموں کانجن)
جامعہ رشیدیہ ساہیوال

رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت

گزشتہ سے پیوستہ

ان تمام احادیث کا مضمون مشترک ہے، مگر ہر حدیث کسی نئے افادے پر مشتمل ہے۔ اس لئے سب کا سامنے رکھنا ضروری ہے، ان احادیث سے حسب ذیل امور ادنیٰ نظر میں واضح طور پر مستفاد ہوتے ہیں۔

۱۔ اسلامی احکام میں قمری مہینوں اور سالوں کا اعتبار ہوگا۔

۲۔ قمری مہینہ کبھی انتیس کا ہوتا ہے، کبھی تیس کا۔

۳۔ رؤیت ہلال میں سر کی آنکھوں سے چاند دیکھنے کا مفہوم قطعی طور پر متعین ہے۔ ان احادیث میں کسی دوسرے معنیٰ کے احتمال کی گنجائش نہیں ہے[۱]

۴۔ قمری مہینوں کی تبدیلی کا مدار چاند نظر آنے یا تیس دن پورے ہونے پر ہے۔ اگر انتیس

---

[۱] بدایۃ المجتہد : لابن رشد القرطبیؒ : فان العلماء اجمعوا ان الشھر العربی یکون تسعاً وعشرین ویکون ثلاثین ، وعلی ان الاعتبار فی تحدید شھر رمضان انما ھو الرؤیۃ ، لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ" یعنی بالرؤیۃ اول ظہور القمر بعد السرار (ص ۲۸۴)

کا چاند نظر آجائے تو نیا مہینہ شروع ہو جائے گا۔ ورنہ سابقہ ماہ کے تیس دن شمار کرنا لازم ہوں گے[۱]

۵۔ اگر افق پر ابر، غبار، سیاہی یا اور کوئی چیز مانع رؤیت نہ ہو تو انتیس کے چاند کا ثبوت "رؤیت عامہ" سے ہوگا، جب پورے علاقہ یا ملک کے لوگ چاند دیکھنے میں کوشاں ہوں، اور اس کے باوجود عام رؤیت نہ ہو سکے، تو علاقے اور ملک کے صرف دو چار افراد کے دعویٰ سے "رؤیت" کا ثبوت نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان احادیث طیبہ میں انفرادی شہادت قبول کرنے کا حکم مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں دیا گیا ہے، اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں انفرادی شہادت کی بجائے اذا رأیتم (جب تم دیکھ لو) فرما کر "رؤیت عامہ" پر ثبوت ہلال کا مدار رکھا گیا ہے، اور عقلاً بھی یہ بات بدیہی ہے کہ جب مطلع صاف ہو، سب لوگ سراپا اشتیاق بن کر افق پر ٹکٹکی باندھے ہوئے ہوں، اور کوئی چیز مانع رؤیت نہ ہو، اس کے باوجود رؤیت عامہ نہ ہو سکے، تو ایسی صورت ایک دو افراد کا یہ دعویٰ کہ "ہم نے چاند دیکھا ہے" پوری قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مرادف ہے، ظاہر ہے کہ پوری قوم کو اندھا یا ضعیف البصر قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، بلکہ اسکی بجائے اس افرادی بیان ہی کو غلط ماننا ہوگا۔ بالخصوص جب کہ بلند و بالا چوٹیوں پر دوربینوں کی مدد سے بھی چاند نظر نہ آئے تو ان لوگوں کی غلطی یا غلط بیانی اور بھی واضح ہو جائے گی۔[۲]

۶۔ مطلع غبار آلود ہو تو جیسا کہ احادیث بالا میں تصریح ہے، ہلال عید کا ثبوت کم از کم معتبر

---

[۱] احکام القرآن: ابوبکر جصاص رازی: وقوله صلی اللہ علیہ وسلم: صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین۔ هو اصل فی اعتبار الشهر ثلاثین الا ان یری قبل ذلک الهلال، فان کل شهر غم علینا هلاله فعلینا ان نعده ثلاثین، هذا فی سائر الشهور التی تتعلق بها الاحکام، وانما یصیر الی اقل من ثلاثین برؤیة الهلال۔ (صفحہ ۲۰۲ ج ۱)

[۲] احکام القرآن: ابوبکر جصاص رازی: قال ابوبکر: انما اعتبر اصحابنا اذا لم یکن بالسماء علة شهادة الجمع الکثیر الذین یقع العلم بخبرهم: لان ذلک فرض قد عمت الحاجة الیه، والناس مامورون بطلب الهلال فغیر جائز ان یطلبه الجمع الکثیر ولا علة بالسماء مع توافی هممهم وحرصهم علی رؤیته ثم یراه النفر الیسیر منهم دون کافتهم علمنا انهم غالطون غیر مصیبین، فاما ان یکونوا راوا خیالا فظنوه هلالا او تعمدوا الکذب، وجواز ذلک غیر ممتنع، وهذا اصل صحیح تقتضی العقول بصحته، وعلیه مبنی امر الشریعة والخطاء فیه بعظم ضرره ویتوصل الملحدون الی ادخال الشبهة علی الاغمار والحشو وعلی من لم یتیقن ما ذکرنا من الاصل (صفحہ ۲۰۲ طبع ۱۳۳۵ھ)

عادل اور دیانت دار گواہوں کی چشم دید[۱] شہادت سے ہوگا، صرف ایک شخص کی شہادت[۲] یا محض

۱؎ اور بوقتِ شہادت دو معتبر اشخاص کی گواہی، جسے "شہادت علی الشہادت" کہا جاتا ہے اسی قاضی کے فیصلہ پر دو عادلوں کی گواہی (شہادت علی قضاء القاضی) کا حکم بھی یہی ہے، کیونکہ یہ دونوں بھی "حجت ملزمہ" ہیں، کما صرح بہ القوم۔

۲؎ جو حضرات اختلاف مطالع کے قائل نہیں (اور ہمارے فاضل مؤلف ان ہی کے مؤید ہیں) ان کے نزدیک مندرجہ ذیل کا محمل بھی یہی ہے۔

عن کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثتہ الی معاویۃ بالشام قال: فقدمت الشام، فقضیت حاجتہا واستہل رمضان وانا بالشام فرأینا الہلال لیلۃ الجمعۃ، ثم قدمت المدینۃ فی آخر الشہر، فسألنی ابن عباس ثم ذکر الہلال فقال: متی رأیتم الہلال؟ فقلت: رأیناہ لیلۃ الجمعۃ فقال: انت رأیتہ لیلۃ الجمعۃ؟ فقلت: رآہ الناس وصاموا وصام معاویۃ، فقال: لکن رأیناہ لیلۃ السبت، فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین یوماً او نراہ، فقلت: الا تکتفی برؤیۃ معاویۃ وصیامہ؟ قال: لا، ہکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابوداؤد ص ۳۱۹ ترمذی ص [illegible])

حضرت کریب فرماتے ہیں: ام الفضلؓ بنت حارث (والدہ ابن عباسؓ) نے انہیں حضرت معاویہؓ کے پاس شام میں بھیجا، میں شام پہنچا اور اپنے کام سے فارغ ہوا، تو رمضان کا چاند مجھے شام ہی میں ہوا، چنانچہ ہم نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا، پھر رمضان مبارک کے آخر میں میں مدینہ طیبہ واپس آیا، حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے وہاں کے احوال دریافت کئے، پھر چاند کا ذکر آیا تو دریافت فرمایا: تم نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا: ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا، فرمایا: تو نے جمعہ کی رات کو خود دیکھا تھا؟ میں نے کہا: لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا اور حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ فرمایا: لیکن ہم نے سنیچر کی رات کو دیکھا ہے۔ اس لئے ہم تو اپنے حساب سے تیس روزے پورے کریں گے، الا یہ کہ خود انتیس کا چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا کیا آپ حضرت معاویہؓ کی رؤیت اور روزہ رکھنے (کے فیصلہ) کو کافی نہیں سمجھتے، فرمایا: نہیں! (کیونکہ ہمیں وہاں کی رؤیت کا ثبوت دو ثقہ گواہوں کی شہادت سے نہیں ملا، صرف تمہاری ایک آدمی کی اطلاع ہمارے افطار کیلئے حجت نہیں) ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔

افواہی خبروں کا اعتبار نہ ہوگا۔ (اور مطلع غبار آلود ہونے کی صورت میں ہلال رمضان کیلئے، دوسری احادیث کے مطابق، صرف ایک مسلمان عادل یا مستور الحال کی خبر بھی کافی ہوگی۔)

۷۔ ان احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ ہدایات پر نظر ڈالیئے تو واضح ہوگا کہ آپؐ نے ثبوت ہلال کیلئے ایک قطعی اصول اور ضابطہ مقرر فرمایا، یعنی انتیس کو مطلع صاف ہونے

ــــ اور جن حضرات کے نزدیک مطالع کا اختلاف معتبر ہے، وہ اسکی توجیہ یہ کریں گے، کہ چونکہ ہر علاقہ کا مطلع الگ ہے۔ اس لئے ایک مطلع کی رؤیت دوسرے علاقے والوں کے لئے کافی نہیں، خواہ اس کا ثبوت صحیح شہادت سے بھی ہو جائے۔

لہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی رائیت الھلال یعنی ھلال رمضان، قال: اتشھد ان لا الٰہ الا اللہ، قال: نعم، قال: اتشھد ان محمد الرسول اللہ قال نعم یا بلال اذن فی الناس ان یصوموا غداً (رواہ ابوداؤد، والترمذی، والنسائی وابن ماجۃ والدارمی)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے (عام رؤیت نہیں ہوئی تھی) آپؐ نے فرمایا: کیا تم اللہ کی توحید کے قائل ہو، اس نے کہا: جی ہاں، فرمایا: کیا تم میری رسالت کو مانتے ہو، اس نے کہا: جی ہاں، فرمایا: بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں۔

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: ترآء الناس الھلال، فاخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی رائیتہ، فصام، وامر الناس بصیامہ (رواہ ابوداؤد والدارمی والروایتان فی المشکوٰۃ ص۱۷۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لوگ چاند دیکھ رہے تھے۔ (مگر ابر کی وجہ سے عام لوگوں کو نظر نہیں آیا) میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے دیکھ لیا ہے، آپؐ نے میری خبر پر خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

کی صورت میں رؤیت عامہ کا اعتبار ہوگا۔ اور مطلع کے غبار آلود ہونے کی صورت میں شہادت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور دونوں مفقود ہوں تو تیس دن پورے کئے جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنا عمل اسی ضابطے پر تھا، صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی اصول کے پابند تھے۔ اور امت مسلمہ کو اسی قاعدے کی پابندی کا بار بار تاکیدی حکم فرمایا ـــــ اور الحمدللہ امت مسلمہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے بموجب اس کا خوب التزام بھی کیا ـــــ لیکن کسی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادنیٰ سے ادنیٰ اور ہلکے سے ہلکا اشارہ اسطرف نہیں فرمایا: کہ اس اصول کو چھوڑ کر امت کسی مرحلے میں کسی دوسرے طریقہ پر بھی اعتماد کر سکتی ہے۔ کسی حسابی فن سے بھی اس سلسلہ میں مدد لے سکتی ہے۔ یا روزہ و افطار کے اوقات متعین کرنے کے لئے کسی دوسرے اصول کی طرف بھی رجوع کر سکتی ہے۔ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضع فرمودہ اصول رؤیت کو چھوڑ کر کسی فن پر اعتماد کرنے اور اس کے ماہرین کیطرف رجوع کرنے سے بھی منشائے نبوت پورا ہو سکتا تھا۔ جیسا کہ فاضل مؤلف اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر تھوپنا چاہتے ہیں[ا] تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہمیں اس کا کوئی معمولی اشارہ تو ملنا چاہیئے تھا، یا کم از کم صحابہ و تابعین اور ائمہ ہدیٰ کیطرف سے اس اصول نبوی سے ہٹ کر کسی دوسری راہ کو اختیار کرنے کی گنجائش کا کہیں سراغ ملتا۔

لیکن اس کے برعکس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں تو لا نکتب ولا نحسب (ہم حساب کتاب نہیں کیا کرتے) کہہ کر اوقات کی تعیین کے باب میں حسابی تخمینوں کی حوصلہ شکنی فرمائی،

[ا] دور حاضر کی کم سوادی اور ستم ظریفی کا ایک مظہر یہ بھی ہے، کہ جو چیز اپنے ذہن عالی میں آئے اسے کھینچ تان کر بڑوں کیطرف منسوب کرو، اور جو چیز بڑوں سے صراحۃً ثابت ہو، اس سے صاف مکر جاؤ، اور اگر اس طرح نہ بن آتی ہو تو اسے تاویل کے خراد پر چڑھاؤ۔ "خاندانی منصوبہ بندی سے لیکر سوشل ازم تک جو بات کسی کے ذہن نے اچھی سمجھی، فٹ سے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کر ڈالا۔ صحابہ کرامؓ کا حال یہ تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات انہوں نے ایک دو بار نہیں، بیسیوں بار اپنے کانوں سے سنے ہوتے تھے۔ ان کی روایت میں بھی حد درجہ محتاط تھے۔ مگر ہمارے یہاں اپنے ذہنی وساوس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

کہیں دونوں ہاتھوں کے اشارے سے الشھر ھکذا و ھکذا (مہینہ اتنا اتنا اور اتنا ہوتا ہے۔) کہہ کر ہر دو سال کے سلسلہ میں حساب پر بالکلیہ بے اعتمادی کا اظہار فرمایا۔ (ورنہ ظاہر ہے کہ اس مضمون کو سمجھانے کیلئے کہ مہینہ کبھی ۲۹ کا ہوتا ہے کبھی ۳۰ کا، دونوں ہاتھوں کو چند دفعہ اٹھانے اور ھکذا کا لفظ چند دفعہ دہرانے کی بنسبت ۲۹۔ ۳۰ کا عدد مختصر بھی تھا اور واضح بھی۔ اور آپؐ کے مخاطب ان دو ہندسوں سے ناآشنا بھی نہیں تھے۔) [1] کہیں فلا تصوموا حتی تروہ ولا تفطروا حتی تروہ (روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔ اور افطار نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔) فرماکر رؤیت کے بغیر کسی نوع کے حسابی تخمینہ پر اعتماد کرتے ہوئے، روزہ و افطار کرنے سے امت کو صاف صاف منع فرمایا۔ اور کہیں چاند دیکھ کر "دوسری تاریخ کا ہے" کا نعرہ لگانے کو قرب قیامت کی علامت بتلاکر، حسابی طریقوں پر اعتماد سے نفرت دلائی، اور اسے ذہنی انحطاط اور دینی تنزل کا مظہر قرار دیا۔ [2] کہیں بلا استثناء اہل نجوم کی تصدیق کو "کفر" سے تعبیر فرمایا، مگر کسی موقعہ پر بھی یہ تصریح نہیں فرمائی کہ اہل نجوم کی تقویم پر اعتماد کرتے ہوئے بھی چاند کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ [3]

---

[1] اکمال اکمال المعلم (شرح صحیح مسلم): لابی عبد اللہ محمد بن خلفہ الوشتانی الابیؒ المالکی (م ۸۲۰ھ) وفی احادیث الاشارۃ ھذہ الارشاد الی تقریب الاشیاء بالتمثیل وھو الذی قصدہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یصنع ذالک لاجل ما وصفھم بہ من الامیۃ لا یحسبون ولا یکتبون، لانھم لا یجھلون الثلاثین والتسع والعشرین، مع ان التعبیر عنھا اخف من الاشارۃ المکررۃ وانما وصفھم بذالک سدا لباب الاعتداد بحساب المنجمین الذی تعتمدہ الامم فی صومھا، وفطرھا وفصولھا (ص ۲۲۳ ج ۳ طبع مصر ۱۳۲۸ھ)

[2] عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا فیقال للیلتین وان تتخذ المساجد طرقا، وان یظھر موت الفجاءۃ (رواہ الطبرانی فی الاوسط کما فی الکنز ص ۱۷۶ ج ۷)

حضرت ابن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: من جملہ قرب قیامت کی علامات کے یہ ہے کہ چاند کو سامنے دیکھ کر کہا جائے گا، یہ تو دوسری رات کا ہے۔ اور مساجد کو گذرگاہ بنالیا جائے گا اور اچانک موتیں عام ہوں گی۔

[3] المنہل العذب المورود شرح سنن الامام ابی داؤد: للشیخ محمود محمد خطاب السبکی:

ادہر قرآن حکیم نے شرعی اصول اوقات کو چھوڑ کر کسی خود ساختہ اصطلاح سے ماہ و سال ادل بدل کو جو جاہلیت اولیٰ کا شعار تھا، زیادۃ فی الکفر اور زینۂ گمراہی قرار دیا[1] ان تمام امور کو سامنے رکھ کر ہر شخص جس کی چشم انصاف بند نہ ہو گئی ہو، آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے کہ ثبوت ہلال کے شرعی اصول اور نبوی ضابطہ کو چھوڑ کر صرف جنتری کے بھروسے روزہ و افطار کرنا مزاج نبوت[2] سے کہاں تک میل کھاتا ہے۔ منشاء شریعت کو کہاں تک پورا کرتا ہے۔ اور فاضل مؤلف کے بقول اسے "رؤیت کی ترقی یافتہ تعبیر" کہنا اور اس بدعت کو حفاظت ایمان کا ذریعہ بتلا کر اسکی پرچار کرنا کہاں تک بجا ہے۔

ان احادیث میں صحابہ و تابعین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے طرزِ عمل کی وضاحت موجود ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ "اصول رؤیت" پر سختی سے کاربند تھے۔ اور وہ

وحسبك فی ابطال العمل بالحساب والتنجیم قوله تعالیٰ: "قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله". وقوله: صلی الله علیه وعلیٰ آله وسلم. "من اتی عرافاً او کاهناً فصدّقه بما یقول، فقد کفر بما انزل علی محمد صلی الله علیه وعلیٰ آله وسلم" ۔(احمد والحاکم) ومن احادیث المصابیح: من اقتبس علماً من النجوم اقتبس شعبة من السحر۔ (ص ۳۰/۱)

۱؎ (التوبہ: آیت ۳۷)

۲؎ شرح ترمذی: لابن العربی - اوّہ یا ابن شریح، ابن مسائلك الشریحیہ، وابن صوارمك السریجیه، وتلك هذا المضیق فی غیر الطریق، وتخرج الی الجهل عن الحلم والتحقیق، ما لمحمد والنجوم۔؟ ... ... وکانك لم تقرأ قوله: "انا نحن امة امیة لا نحسب ولا نكتب، الشهر هكذا وهكذا وهكذا." واشار بیدیه الكریمتین ثلاث اشارات وخنس بابهامه فی الثالثة۔ فاذن كان یتبرأ من الحساب الاقل بالعقد المصطلح علیه مبیناً بالیدین تنبیهاً علی عن اكثر منه، فما ظنك بمن یدعی علیه بجعل ذالك ان یحیل علی حساب النیرین، ویبنیهما علی درجات فی افلاك غائباً ویقرنهما باجتماع واستقبال حتی یعلم بذالك استهلال۔ (ص ۲۰۱/۳)

بار بار خطبوں میں، خطوط میں اور نجی مجلسوں میں عہد الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ـــ ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر امت کو اسی اصول پر کاربند رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ پورا ذخیرۂ حدیث وسیر چھان جائیے، مگر آپ کو کسی صحابی کے بارے میں یہ نہیں ملے گا کہ انہوں نے اس اصول رؤیت کو چھوڑ کر کسی حسابی تخمینے پر اعتماد کرنے کا فتویٰ دیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ باتفاق امت، شریعت اسلامیہ نے ثبوت ہلال کے باب میں اہل حساب و فلکیات کی رائے کا اعتبار نہیں کیا، بلکہ ان کی تحقیق کو سرے سے کالعدم اور لغو قرار دیا ہے، مثلاً فلکیات کی رائے ہو کہ فلاں تاریخ کو چاند ہو گا، لیکن رؤیت شرعیہ نہ ہو سکے تو باجماع امت نئے چاند کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ اس کے برعکس فلکیات کے مطابق فلاں تاریخ کو چاند کے امکانات نہ ہوں، لیکن رؤیت شرعیہ متحقق ہو جائے تو باجماع امت اس رؤیت پر احکام ہلال جاری ہوں گے۔ اور فلکیات کی رائے لغو ہو گی، [1]

رہا یہ سوال کہ شریعت نے احکام ہلال کا مدار رؤیت پر کیوں رکھا، فلکیاتی تحقیقات پر کیوں نہیں رکھا، ہمارے نزدیک یہ سوال ہی بے محل ہے، بحیثیت مسلمان ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اچھی طرح یہ تحقیق کریں کہ فلاں باب میں شارع نے کیا حکم دیا ہے۔؟ یہ معلوم ہو جانے کے بعد ہمیں شارع سے یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ یہ حکم آپ نے کیوں دیا ہے؟ کیونکہ ہمارے مسلمان ہونے کا پہلا نتیجہ اس بات کا قطعی یقین ہے کہ شارع کی طرف سے جو حکم بھی دیا جاتا ہے، اس سے خود شارع کی کوئی غرض وابستہ نہیں، بلکہ وہ سراسر بندوں ہی کی مصلحت کے پیش نظر

---

[1] فتح الباری، عسقلانی ص۹ ج۴، عمدۃ القاری للعینی ص۲۸۱ ج۵ و ص۱۹۹ ج۵۔ زرقانی علی المؤطا ص۱۵۴ ج۲، رد المختار لابن عابدین الشامی ص۱۰۰ ج۲ وص۱۰۴، احکام القرآن للجصاص وغیرہ وغیرہ یہاں سب کا نام دینا بھی ممکن نہیں، چہ جائیکہ ان کی تصریحات بھی نقل کی جائیں، البتہ امام جصاص رازی کی تصریح تو سن ہی لیجئے۔

فالقول باعتبار منازل القمر	
وحساب المنجمین خارج عن	منازل قمر اور فلکیات کے حساب پر اعتماد کرنا
حکم الشریعۃ ولیس ھذا القول	حکم شریعت سے خارج ہے، اور یہ ایسی
مما یسوغ الاجتھاد فیہ، لان دلالۃ	چیز نہیں جس میں اجتہاد کی گنجائش ہو، کیونکہ
الکتاب والسنۃ واجماع الفقھاء	کتاب اللہ، سنت نبویہ اور اجماع فقہاء کے
بخلافہ (ص۲۰۲ ج۱)	دلائل اس کے خلاف ہیں۔

دیا گیا ہے۔ کبھی اس مصلحت کا اظہار مناسب ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا، لیکن وہ مصلحت بہرحال اس حکم پر مرتب ہوگی، خواہ بندوں کو اس کا علم ہو یا نہ ہو، اس لئے وہ خود کسی مصلحت کا اظہار فرمادیں تو ان کی غایت عنایت ہے، ورنہ بندے کو یہ حق کب حاصل ہے۔؟ کہ وہ اس بات پر اصرار کرے کہ پہلے اس حکم کی مصلحت بتلائیے تب مانوں گا، اور آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی مصلحت بتلانے کی ہو تب بھی اس ذہنیت کے شخص کو تو کبھی نہیں بتلائی جا سکتی۔

بہرحال ہمیں یہ تحقیق کرنے کا حق ہے۔ کہ شریعت نے ہلال کا مدار فلکیات پر رکھا ہے۔ یا نہیں، اور اسے کسی درجہ میں قابلِ اعتبار قرار دیا ہے، یا بالکلیہ ناقابلِ اعتماد۔ لیکن یہ سوال ہم نہیں کر سکتے کہ شریعت نے ہلال کا مدار رؤیت پر کیوں رکھا اور فلکیات وغیرہ پر کیوں نہیں رکھا۔؟۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں شارع کے پیشِ نظر بندوں کی بہت سی مصلحتیں ہوں، اور وہ صرف رؤیت پر مرتب ہو سکتی ہوں اور فلکیات نہیں۔ مثلاً دوسری قوموں کے مہ و سال کا مدار تقویمی حسابوں پر تھا، شارع نے اس امت کی انفرادیت کو محفوظ رکھنے کیلئے جس طرح اور بہت سی چیزوں کو ان کی مشابہت سے امت کو بچانا چاہا، اور ان کو ایک مستقل نظام تقویم دیا[1]۔ یا ہو سکتا ہے، کہ چونکہ دوسرے حسابی طریقوں سے ماہ و سال کی تعین فطری اور تحقیقی نہیں تھی بلکہ اختراعی اور تقریبی تھی، چنانچہ انہیں اس کمی بیشی کو برابر کرنے کیلئے "لیپ" کی اصطلاح ایجاد کرنا پڑی، اس کے برعکس اسلام دینِ فطرت تھا، اس نے چاہا کہ امتِ اسلامیہ کے ماہ و سال کی تعیین کیلئے "رویت" اور مشاہدہ کا فطری طریقہ مقرر کیا جائے، کیونکہ یہ اختراعی اور تقریبی طریقے اسکی فطرت سے میل نہیں کھاتے تھے، یا ممکن ہے اس امر کی رعایت رکھی گئی ہو کہ چونکہ اسلام کے پورے نظام کی بنیاد تکلف اور تعمق پر نہیں بلکہ سادگی اور سہولت پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے "اسلام کے نظامِ تقویم" کو بھی مشاہدہ اور رؤیت جیسے آسان اور سادہ اصول پر مبنی کیا گیا تاکہ "جزو کل" میں مناسبت رہے، اور اس باب میں امت تکلف[2] اور

---

[1] من اسباب الاعتداد بحساب المنجمین الذی تعتمدہ العجم فی صومھا وفطرھا وفصولھا۔ (اکمال اکمال المعلم شرح مسلم للابی ص۲۳)

[2] اقول لما کان تلقی الصوم منضبطاً بالشہر القمری باعتبار رؤیۃ الہلال وھو تارۃ ثلاثون یوماً وتارۃ تسع وعشرون وجب فی صورۃ الاشتباہ ان یرجع الی ھذا الاصل وایضاً مبنی الشرائع علی الامور الظاہرۃ عند الامیین دون التعمق والمحاسبات النجومیۃ بل الشریعۃ واردۃ باخمال ذکرھا وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نکتب ولا نحسب۔ (حجۃ اللہ ص۵۲)

شقت میں مبتلا نہ ہو جائے، یا ممکن ہے کہ اس چیز کا لحاظ رکھا گیا ہو، کہ نظام تقویم بہر حال اوقات کی تعیین کا ایک ذریعہ ہے۔ اور جو قوم ذرائع میں منہمک ہو کر رہ جائے اکثر بیشتر مقاصد اسکی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں، اور فطری طور پر ان کی صلاحیتیں ذرائع ہی کھپ کر ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے چاہا گیا کہ امت مسلمہ کو نظام تقویم ایسا دیا جائے جس میں منہمک ہو کر مقصدی صلاحیتیں کھو بیٹھنے کا ذرا بھی اندیشہ نہ ہو، بس آنکھ کھولی، چاند دیکھ لیا، تقویم درست ہو گئی، اور سب اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ نہ ضرب کی ضرورت نہ تقسیم کی، نہ محکمہ موسمیات قائم کرنے کی ضرورت نہ اس پر ریسرچ کی۔ یا ممکن ہے یہ امر پیش نظر ہو کہ اس امت میں امیر بھی ہوں گے، غریب بھی، عالم بھی جاہل بھی، مرد بھی اور عورتیں بھی، اور بیشتر عبادات و معاملات کا مدار نظام تقویم پر ہے۔ اس لئے چاہا گیا کہ جسطرح نظام تقویم سے متعلقہ احکام کے مکلف امت کے سبھی طبقات ہیں، اسی طرح ان کو نظام تقویم بھی ایسا دیا جائے جس پر ہر شخص اپنے مشاہدے کی روشنی میں پورے شرح صدر کے ساتھ یقین کر سکتے۔ یا ممکن ہے کہ شارع کو جو یقین ہلال کے باب میں مطلوب ہے وہ رؤیت اور مشاہدے پر ہی مرتب ہو سکتا ہو۔ اسکی نظر اس یقین کے پیدا کرنے میں ناکافی ہو؟ یا ہو سکتا ہے کہ شارع نے اس امر کو پسند نہ فرمایا ہو کہ روزہ افطار تو سب کریں، مگر ان کے اوقات کی تعیین ایک خاص گروہ کے رحم و کرم پر ہو: اس لئے نظام تقویم ایسا مقرر فرمایا کہ ایک عامی بھی اپنے وقت کی تعیین ٹھیک اسی طرح کر سکتا ہے، جسطرح ایک ماہر فلکیات اور ایک بدوی بھی اسی طرح اپنے اوقات کا حساب لگا سکتا ہے۔ جسطرح ایک شہری، بلکہ بعید نہیں کہ ماہر فلکیات یا عالم کی نظر کمزور ہو، اور ایک عامی بدوی کی نظر تیز —— اس صورت میں خود ماہر فلکیات یا عالم کو مسکین ان پڑھ کی طرف رجوع کرنا پڑے —— الغرض شارع کے پیش نظر بیسیوں حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ہمارا کام یہ نہیں کہ چوں و چرا کا سوال اٹھائیں، اور شارع سے بحث و تکرار میں مشغول ہو کر فرصت اور وقت کیساتھ دین و ایمان بھی ضائع کریں، ہمارا کام تو یہ ہے، شارع کی حکمت و شفقت پر ایک دفعہ ایمان لے آئیں، پھر اسکی جانب سے جو حکم دیا جائے، اسے اپنے حق میں سراسر خیر و برکت کا موجب اور عین حکمت و مصلحت کا مظہر سمجھ کر اس پر فوراً عمل پیرا ہو جائیں۔ ــــ

زبان تازہ کردن با قرار تو
نینگیختن علت از کار تو